معارف نبوی

طالب محسن

یہودی سائل

(مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۵۸-۶۰)

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

عن صفوان بن عسال رضی اللّٰہ عنہ قال: قال یہودی لصاحبہ: اذہب بنا إلی ہذا النبی (صلی اللّٰہ علیہ وسلم). فقال لہ صاحبہ: لاتقل: نبی، إنہ لو سمعک لکان لہ أربع أعین. فأتیا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم. فسألاہ عن (تسع) آیات بینات. فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تشرکوا باللّٰہ شیئا، ولا تسرقوا، و لا تزنوا، و لا تقتلوا النفس التی حرم اللّٰہ إلا بالحق. و لا تمشوا ببرئ إلی ذی سلطان لیقتلہ، و لا تسحروا، ولا تأکلوا الربا، و لا تقذفوا محصنۃ، و لا تولوا یوم الزحف ، و علیکم خاصۃ. الیہود. أن لا تعتدوا فی السبت. قال: فقبلا یدیہ و رجلیہ. و قالا: نشہد أنک نبی. قال: فما یمنعکم أن تتبعونی؟ قالا: إن داؤد علیہ السلام دعا ربہ أن لا یزال من ذریتہ نبی. و إنا نخاف إن تبعناک أن تقتلنا الیہود.

''صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: میرے ساتھ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلو۔ اس کے ساتھی نے اس سے کہا: نبی نہ کہو۔ اگر انھوں نے سن لیا تو ان کی مسرت کا ٹھکانا نہ ہو گا[1]۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے (نو) آیات کے بارے میں دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، چوری نہ کرو زنا نہ کرو، اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے الا یہ کہ (شریعت کے دیے ہوئے) حق کے تحت (اسے قتل کیا جا رہا ہو)، کسی بے گناہ کو صاحبِ اقتدار کے پاس قتل کے لیے نہ لے جاؤ، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ، گھمسان لڑائی سے راہِ فرار نہ ڈھونڈو، اور اے یہود! تمھارے لیے خاص بات یہ ہے کہ سبت کے معاملے میں تجاوز نہ کرو۔ آپ کی بات سن کر ان دونوں نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ آپ نے پوچھا: پھر تمھیں میری اتباع کرنے سے کیا چیز روکتی ہے۔ دونوں نے جواب دیا: داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ نبی ہمیشہ میری اولاد سے ہو۔ (مزید یہ کہ) ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی پیروی کی تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔''

لغوی مباحث

آیات: 'آیۃ' کی جمع۔ اس کا مطلب وہ نشانی ہے، جس سے کسی اور بات تک پہنچا جا سکے۔ اسی سے یہ لفظ معجزات کے لیے بھی آتا ہے اور قرآنِ مجید کی آیات کے لیے بھی۔

سلطان: یہ لفظ دلیل، فیصلہ کن امر، اور اختیار و اقتدار کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں یہ آخری معنی میں استعمال ہوا ہے۔

الربا: وہ متعین اضافہ جس سے قرض کی واپسی مشروط کی جائے۔

السبت: ہفتے کا دن، یہ دن یہود کے ہاں عبادت کے لیے مخصوص ہے۔ اس میں ان کو کام کاج اور سیر و

۱۔ یہاں عربی کے الفاظ کا مطلب ہے ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ یہ آنکھوں سے مسرت کے ظاہر ہونے کی تعبیر ہے۔

شکار وغیرہ کی ممانعت ہے۔

متون

اوپر درج روایت میں 'تسع' کا لفظ قوسین میں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحبِ مشکوٰۃ کے سامنے جو متن ہے اس میں یہ لفظ موجود نہیں تھا۔ اور یہاں انھوں نے اسے دوسری روایت کی روشنی میں شامل کیا ہے۔ ایک روایت میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں یہودیوں کا سوال سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 'ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات' (۱۷:۱۰۱) کے حوالے سے تھا۔ یہ ساری بات ہی ناقابلِ قبول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے باقی مضمون کا اس آیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت میں ان معجزات کا حوالہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کے مطالبے پر دیے گئے تھے۔ جبکہ اس روایت میں ان احکام کی تفصیل ہے جو یہود کو دیے گئے تھے۔ ظاہر ہے یہ بات مانی نہیں جا سکتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا جائے اور آپ اس کا جواب آیت کے مضمون کے برعکس دیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ اسی سورہ میں ان احکام کا بھی حوالہ ہے جو بنی اسرائیل کو دیے گئے تھے اور وہ نو نہیں دس تھے۔ ان احکامِ عشرہ اور ان نو احکام میں بھی بہت سی باتیں مختلف ہیں۔ اس سے بھی واضح ہے کہ راوی کا یہ اضافہ درست نہیں ہے۔ یہ روایت راویوں کے سوءِ فہم سے روایت میں پیدا ہونے والے خلطِ مبحث کا کامل نمونہ ہے۔

دوسری لمبی روایات کی طرح اس روایت کے متون بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بعض روایات میں اس روایات کے آخری سوال وجواب نہیں ہیں اور بعض میں ہاتھ چومنے کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔ باقی فرق لفظی ہیں۔ یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف روایت ہے۔ متن کے اعتبار سے اس کا ضعف اوپر تفصیل سے زیرِ بحث آچکا ہے۔

معنی

اوپر متون کی بحث میں ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اس روایت کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی نو نشانیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی بیان ہو گئی ہے کہ احکامِ عشرہ سے بھی اس کے مضامین مختلف ہیں۔ احکامِ عشرہ میں والدین کی اطاعت کا ذکر ہے اور اس میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اس روایت میں جادو اور سبت کا ذکر ہے جبکہ احکامِ عشرہ میں یہ دونوں مذکور نہیں ہے۔ چنانچہ اس روایت میں بیان کی گئی اس ملاقات کی وجہ راوی کا اپنا اضافہ ہے۔ اگر روایت کے اس حصے کو قیاس سے متعین کریں تو یہی کہنا موزوں

محسوس ہوتا ہے کہ سوال شریعت موسوی کے اہم احکام سے متعلق تھا اور سوال کرنے والوں کے پیشِ نظر حضور کی آزمایش تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے صحیح جواب دے دیا تو انھوں نے آپ کے نبی ہونے کا اقرار کیا۔

اس روایت میں ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام کے تمام احکام ممنوعات سے متعلق ہیں۔ شریعت موسوی کے فرائض و واجبات کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔ ممکن ہے سوال صرف ممنوعات ہی کے بارے میں کیا گیا ہو۔

شرک، چوری، زنا، قتل، جادو، سود، تہمت اور میدانِ جنگ سے فرار یہ تمام امور سابقہ روایات سے زیرِ بحث آ چکے ہیں۔ سبت کا معاملہ یہود کا خصوصی مسئلہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے دن کو عبادت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے خاص ضابطہ بنایا گیا تھا، جس سے انحراف کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ ہمارا جمعہ اس کے مقابلے میں ایک آسان دن ہے اور نماز اور خطبے کے وقت کے سوا تمام دن کے لیے ہر کام کیا جا سکتا ہے۔

روایت کے آخر میں حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کو بطورِ عذر پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات سر تا سر حضرت داؤد علیہ السلام پر اتہام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی کتاب زبور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی واضح پیشین گویاں موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے مذکورہ مضمون کی حامل دعا کے وجود کا کوئی امکان نہیں۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس روایت میں ان یہودیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح پہچان لینے اور آپ کو غیر معمولی احترام دینے کا ذکر بھی ہوا ہے۔ یہ واقعہ اس حقیقت کی ایک مثال ہے جسے قرآنِ مجید میں 'الذين آتيناهم الكتاب يعرفونه كما يعرفون أبنائهم'، (وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی تھی اس پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح یہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔) کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

کتابیات

ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب، باب ۳۲۔ کتاب تفسیر القرآن، باب ۱۸۔ نسائی، کتاب تحریم الدم، باب ۲۹۔ ابنِ ماجہ، کتاب الادب، باب ۱۶۔ مسند احمد حدیث صفوان بن عسال المرادی۔

مسلمان کا حق اور جہاد

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ثلاث من أصل الإيمان: الكف عمن قال: لا إله إلا الله، لا تكفره بذنب، و لا تخرجه من الاسلام بعمل. و الجهاد ماض مذ بعثنى الله إلى أن يقاتل آخر هذه الأمة الدجال. لا يبطله جور جائر، و لا عدل عادل. و الإيمان بالأقدار.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں: (ایک) اس سے ہاتھ روک لینا، جس نے اقرار کر لیا کہ لا اِلٰہ اِلاّ اللہ، (دوسرے) تم کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو، اور کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام (کے دائرے) سے نہ نکالو۔ (تیسرے) جہاد اس دن سے جاری ہے جس دن اللہ نے مجھے مبعوث کیا اس دن تک جب اس امت کے آخری لوگ دجال سے جہاد کریں گے۔ اس حقیقت کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا۔ اور ایمان تقدیروں پر ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com

لغوی مباحث

لا تکفرہ: نہی کا صیغہ ہے۔ یعنی کافر قرار نہ دو۔

ماض: گزرنے والا، یہ 'مضی، یمضی' سے اسمِ فاعل ہے۔ یہاں اس سے اس کا جاری ہونا مراد ہے۔

الدجال: 'دجل' سے 'فَعَّالٌ' کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی بہت ہی فریب کار۔ یہ آخری زمانے کے فتنے کی نوعیت کو واضح کرتا ہے۔

اقدار: 'قدر' کی جمع ہے۔ یہ لفظ احادیث میں بالعموم تقدیر کے معنی میں آتا ہے۔

متون

یہ روایت صرف ابوداؤد نے لی ہے۔ صاحبِ مشکوٰۃ نے اسے ابوداؤد ہی سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس کے متن میں کسی تفاوت کا کوئی سوال نہیں ہے۔ یہ روایت بھی سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

معنی

تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں۔ یہ جملہ اس روایت میں ایمان کے اجزا کو بیان کرنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ

ایمان کے بعض عملی تقاضوں کی اہمیت واضح کرنے کے لیے ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ کسی صاحبِ ایمان کو اپنے قول و فعل سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ یہ وہی بات ہے جسے ایک روایت میں 'المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ، (مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔) کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری چیز یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اس کے کسی گناہ یا عمل کی پاداش میں دائرۂ اسلام سے خارج نہ کیا جائے۔ اس ہدایت کی اہمیت بھی پہلی ہدایت سے کم نہیں ہے۔ اس میں اگر اس کے جان و مال اور ناموس کے خلاف تعدی سے روکا گیا ہے تو اس میں اس کے ایمان کے خلاف تعدی کو ممنوع ٹھیرایا گیا ہے۔ جس طرح پہلا عمل ایذا رسانی ہے اسی طرح یہ عمل بھی باعثِ ایذا ہے، بلکہ اس کی ایذا پہلے کے مقابلے میں بڑھی ہوئی ہے ۔اس لیے کہ اس میں کسی شخص کو ملت کے وجود سے کاٹ دیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کے سماجی حقوق تلف ہوتے ہیں۔ اس کی مثال اس بیٹے کی سی ہو جاتی ہے جسے اس کے باپ نے گھر سے نکال دیا ہو اور اس کے لیے اب کوئی ٹھکانا نہ ہو۔ اس جملے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ کوئی گناہ یا عمل تکفیر کا موجب نہیں ہے۔

تیسری چیز جہاد ہے۔ جہاد کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اس کا حکم قیامت تک کے لیے ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتمام حجت کے بعد کیے گئے جہاد اور اس مشن کی تکمیل سے یہ قیاس نہیں کیا جانا چاہیے کہ اب جہاد ختم ہو گیا ہے۔ اس جملے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی حیثیت کے تحت کیے گئے جہاد کی نوعیت صحابہ رضی اللہ عنہم پر واضح تھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح کر دیا کہ جہاد صرف یہی ایک نوعیت نہیں ہے، بلکہ ظلم و عدوان کے خلاف اس امت کو ہمیشہ جہاد کے لیے تیار رہنا ہے۔ یہاں تک ظلم کا آخری مظہر دجال ظاہر ہو جائے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ایمان بالاقدار کے الفاظ میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ خدا کو ایک فعال ہستی کی حیثیت سے ماننا لازم ہے۔ وہ ہر وقت معاملات کو دیکھتا اور اپنے فیصلے صادر کرتا رہتا ہے۔

کتابیات

ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب ۳۵۔

ایمان کا سایہ

و عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه

وسلم: إذا زنی العبد خرج منه الإیمان. فکان فوق رأسه کالظلة. فإذا خرج من ذلک العمل رجع إلیه الإیمان.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ (اس دوران میں) وہ اس کے سر پر سائبان کی طرح رہتا ہے۔ پھر جب وہ اس عمل سے نکلتا ہے تو ایمان اس کے پاس واپس آجاتا ہے۔''

لغوی مباحث

الظلة: چھوٹا سائبان۔

متون

اس روایت کے متون کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ البتہ ترمذی کی یہ تصریح قابل ملاحظہ ہے کہ ایک روایت میں 'خرج منہ الایمان' کے بجائے 'خرج من الایمان الی الاسلام' کا جملہ آیا ہے۔ یہ جملہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بات کہنا پیش نظر ہے وہ ایمان سے عارضی محرومی ہے۔ ایمان سے اسلام کی طرف سفر سے یہ معنی ادا نہیں ہوتے، بلکہ یہ جملہ اس سیاق وسباق میں بے معنی معلوم ہوتا ہے۔

ایک روایت میں 'فکان فوق رأسه کالظلة' کی جگہ 'کان علیه کالظلة' ہے، 'فإذا خرج من ذلک العمل' کے بدلے میں 'فإذا انقطع' اور 'رجع' کے بجائے 'عاد' آیا ہے۔ یہ فرق واضح کر دیتے ہیں کہ صاحبِ مشکوٰۃ کا اختیار کردہ متن ہی سب سے بہتر ہے۔

معنی

یہ وہی مضمون ہے جو حدیث ۵۳ اور ۵۴ میں بیان ہوا ہے۔ وہاں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ گناہ ایمان کو وقتی طور پر فراموش کر دینے کی کیفیت میں ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو ان روایات میں ایمان کے نکلنے اور واپس آنے کے اسلوب میں بیان کیا گیا ہے اور اس روایت میں اسی کے لیے چھاتے کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

کتابیات

ترمذی، کتاب الایمان، باب ۱۰۔ ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب ۱۶۔